چین کی حقیقتیں اور افسانے

ایک نیم گمشدہ سفرنامہ از ڈاکٹر وحید قریشی

اورنگزیب نیازی☆

Abstract

Dr. Waheed Qureshi(1925-2009) an eminent scholar, researcher and critic of the sub-continent traveled to China in 1966 with a literary and cultural delegation. He wrote his experiences of this visit in his travelogue named "Cheen ki Haqiqten aur Afsaney". This travelogue is short but elaborates the complete and true picture of independent China. This travelogue has not yet been published in book form so could not catch the attention of literary critics. This article analyses this travelogue and evaluate its style. It also determines its value by comparing it to its preceding as well as contemporary travelogues written in Urdu on China.

''چین کی حقیقتیں اور افسانے'' برعظیم کے ممتاز محقق اور نقاد ڈاکٹر وحید قریشی کا ایک نیم گمشدہ یا نیم مخفی سفرنامہ ہے۔ نیم گمشدہ/نیم مخفی اس لئے کہ یہ سفرنامہ آج سے پینتالیس سال قبل (۱۹۶۶ء) ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور میں قسط وار شائع ہوا اور پھر قارئین ادب اور ناقدینِ فن کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ (ماسوائے ڈاکٹر انور سدید کسی دوسرے اہم نقاد نے اس کا ذکر نہیں کیا) اس سفرنامے کے یوں مخفی ہو جانے کی دو بڑی وجوہات نظر آتی ہیں۔ پہلی یہ کہ ڈاکٹر وحید قریشی اولین حیثیت میں ایک محقق اور نقاد کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ اردو کے علمی حلقوں کی توجہ ان کی تحقیق اور تنقید کی طرف

☆ لیکچرار شعبہ اردو، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، سول لائنز، لاہور

رہی ہے ۔اس لئے ان کی تخلیقی تحریروں کو عام طور پر نظر انداز کیا گیا ہے۔ دوسری اہم وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ سفرنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور میں قسط وار شایع ہوا مگر یکجا ہو کر کتابی صورت میں اشاعت سے محروم رہا اس لئے اسے کلیت میں دیکھنے کی صورت پیدا نہیں ہو سکی۔ ورنہ یہ سفرنامہ اختصار کے باوجود اتنا جامع اور جاندار ہے کہ اردو سفرنامے کی تاریخ میں اس سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں۔

ڈاکٹر وحید قریشی نے ۱۹۶۶ء میں پاک چین دوستی اور ثقافتی روابط میں مضبوطی کے لیے حکومت پاکستان کی جانب سے پاکستان رائٹرز گلڈ کے سیکرٹری کی حیثیت سے ایک ادبی ثقافتی وفد کے ہمراہ چین کا سفر اختیار کیا۔ عشق بلاخیر کے اس قافلۂ سخت جاں میں ان کے ہمراہ مغربی و مشرقی پاکستان کے چھے دوسرے نمایاں ادیب بھی تھے جن میں مشرقی پاکستان سے پرنسپل ابراہیم خان، ڈاکٹر انعام الحق اور کوی جسیم الدین اور مغربی پاکستان سے پیر حسام الدین راشدی، ابن انشاء، اعجاز حسین بٹالوی اور سید وقار عظیم شامل تھے۔ چین میں ان کا قیام ۲۱/ اپریل ۱۹۶۶ء سے ۱۴/ مئی ۱۹۶۶ء تک رہا۔ جس میں انھوں نے چین کے چند اہم شہروں کی سیر کی اور اس سفر کی روداد ''چین کی حقیقتیں اور افسانے'' کے نام سے قلم بند کی۔

یہ سفرنامہ ماہنامہ اردو ڈائجسٹ لاہور میں ۴/ اقساط میں شائع ہوا جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

پہلی قسط	اگست ۱۹۶۶ء	جلد ۶	شمارہ ۱۰
دوسری قسط	اکتوبر ۱۹۶۶ء	جلد ۶	شمارہ ۱۲
تیسری قسط	نومبر ۱۹۶۶ء	جلد ۷	شمارہ ۱
چوتھی قسط	دسمبر ۱۹۶۶ء	جلد ۷	شمارہ ۲

چین اپنی قدیم تہذیب، تاریخ اور ثقافت کی بدولت ہمیشہ سے غیر ملکی سیاحوں کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ چینی تہذیب کا شمار دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں ہوتا ہے۔ چین میں پتھر کے دور کے پانچ لاکھ سال پرانے انسان کے آثار بھی ملے ہیں۔ چینی قوم اپنی تاریخ کی قدامت دس ہزار سال قبل مسیح تک بتاتی ہے لیکن یہ سب روایات ہیں۔ چین کی معلومہ تاریخ ۲۱ویں صدی قبل مسیح سے شروع ہوتی

ہے۔اس سے پہلے کی تاریخ پردۂ اخفاء میں ہے۔''تاریخ اقوام عالم'' کے مؤلف بتاتے ہیں کہ چین کی تاریخ میں سب سے پہلے بادشاہ کا نام یاؤ تھا۔(۱) جب کہ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ چین میں پہلی حکومت ۲۱ ویں صدی قبل مسیح میں ہوانگ ڈی نے قائم کی۔(۲) چینی تہذیب نے ہزاروں سال کے ارتقاء میں جہاں انسان کو تہذیب وثقافت اور شعور سے آشنا کیا وہاں قطب نما، کاغذ، چھاپا خانہ، ریشم اور لوہے، تانبے اور دیگر دھاتوں سے ہتھیاروں اور اوزاروں کی ایجادات کا سہرا بھی قدیم چینی تہذیب کے سر جاتا ہے۔اکیسویں صدی قبل مسیح سے بیسویں صدی عیسوی کے اوائل تک چین پر دس سے زائد مختلف خاندانوں نے حکومت کی۔چین صدیوں تک مطلق العنان بادشاہوں کے جبر واستبداد اور ظلم و استحصال کی آماجگاہ رہا ہے۔مؤرخین کے مطابق ہر پانچ سو سال بعد چین کو انقلابات، تحریکوں اور بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔اس سب کے باوجود چینی تہذیب ترقی کی طرف گامزن رہی۔۲۵۰ ق م میں شی ہوانگ ٹی کے دورِ حکومت میں عظیم دیوارِ چین کی تعمیر ہوئی۔جس کا شمار آج عجائب عالم میں کیا جاتا ہے۔چین میں مانچو خاندان کی حکومت ۱۹۱۱ء تک قائم رہی مگر اس سے قبل ۱۸ ویں صدی عیسوی میں ایسٹ انڈیا کمپنی اور دیگر سامراجی طاقتیں چین میں داخل ہوچکی تھیں۔یوں سامراجی تسلط کا آغاز ۱۸ ویں صدی میں ہی ہوگیا تھا۔اسی عرصے میں سامراجی طاقتوں نے چین میں افیون داخل کی جس نے عظیم چینی قوم کو ناکارہ بنادیا اور پھر گراں خواب چینیوں کو سنبھلنے میں کافی وقت لگا۔۱۹۱۱ء میں ڈاکٹر سن یات سین نے مانچو خاندان کی حکومت کا خاتمہ کیا۔مگر وہ چین کو مغربی سامراج سے آزادی نہ دلا سکے۔سن یات سین کی وفات کے بعد سامراج کا منظورِ نظر بورژا طبقہ اقتدار پر قابض ہوگیا۔کمیونسٹ پارٹی آف چائنا کا قیام ۱۹۲۰ء ہی میں عمل میں آچکا تھا۔ابتداء میں کمیونسٹ پارٹی نے سن یات سین کی حمایت کی۔لیکن ان کی وفات کے بعد جب یوان شی کائیک نے زمام اقتدار سنبھالی تو چین پر عملاً چار سرمایہ دار خاندانوں کا قبضہ ہوگیا جن کو امریکہ، برطانیہ فرانس اور جاپان جیسی استعماری طاقتوں کی سرپرستی حاصل تھی۔اس بورژوائی حکومت کے خلاف چینی عوام نے چیئرمین ماؤزے تنگ کی قیادت میں کمیونسٹ پارٹی کے جھنڈے تلے جمع ہونا شروع کیا۔ایک طویل اور صبر آزما جدوجہد کے بعد سرخ فوج نے بیجنگ

فتح کرلیا۔ یکم اکتوبر ۱۹۴۹ءکو جنرل ماؤ نے آزاد چین کا اعلان کیا۔ یہ دن چین کی چار ہزار سالہ تاریخ میں سب سے اہم سنگ میل ہے۔ اس سے پہلے کے قدیم چین میں مطلق العنانیت، جبر، استحصال اور قتل عام ہے۔ اس سے بعد کے چین میں عوام کی حکومت، اشتراکیت، معاشی ترقی اور آزادی ہے۔ اردو کے بیشتر سفرنامہ نگاروں نے اپنی تحریروں میں اس آزاد چین کی تصویر پیش کی ہے۔

سفرنامے کی تاریخ میں مسلمان سفرنامہ نگاروں کا حصہ مغربی سیاحوں سے کہیں زیادہ ہے۔ جتنے سفر مسلمان سیاحوں نے کیے اور معلوم مسلم زبانوں میں جس قدر سفرنامے مسلمان سیاحوں نے لکھے کسی اور زبان میں نہیں لکھے گئے۔ سلیمان تاجر، المسعودی، البیرونی، ابن بطوطہ، ابن حوقل بغدادی، ابن جبیر اندلسی اور اصطخری فارسی ایسے سیاح ہیں جنہوں نے چوتھی صدی ہجری کے آغاز ہی میں دنیا کا سفر کیا۔(۳) قدیم چین کا سفر سب سے پہلے کس سیاح نے کیا اس کے بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا البتہ یاقوت الحموی کی معجم البلدان، بزرگ بن شہریار کی عجائب الہند، مسعر بن مہلہل قنوسی کے خطوط اور سلیمان تاجر کے سفرنامے میں چین کا ذکر ملتا ہے۔(۴) ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامے ''عجائب الاسفار'' میں چین کا احوال قدرے تفصیل سے لکھا ہے۔ ابن بطوطہ نے چین کا سفر ۱۴ویں صدی عیسوی میں کیا۔ مغربی سیاح مارکو پولو کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ابن بطوطہ سے پہلے قبلائی خان کے عہد حکومت (۱۲۶۰ء-۱۲۹۴ء) میں چین کا سفر کیا اور واپس جا کر مغربی دنیا کو چین کی دولت، ثقافت اور دوسری خصوصیات سے آگاہ کیا۔(۵) جب کہ ابن بطوطہ سلطان محمد تغلق کے زمانہ حکومت (۱۳۲۵ء-۱۳۵۱ء) میں دلی آیا۔ ۷۴۳ھ ہجری میں سلطان نے اسے چین کے بادشاہ کے لیے تحائف دے کر روانہ کیا مگر تحائف لٹ جانے کی وجہ سے وہ دو تین سال بعد چین پہنچا۔(۶) اس وقت بھی چین پر منگول خاندان کی حکومت تھی۔ ابن بطوطہ نے چین میں کیفان، خنسا اور پیکنگ سمیت کئی شہروں کی سیر کی اور چین کے دریاؤں، پھلوں، موسموں، مذہب، حکومت، صنعتوں، تصویر کشی، کرنسی نوٹوں، مٹی کے برتنوں، مسلمانوں کے حالات اور چین کی قدیم روایات سے دنیا کو روشناس کرایا۔

19 ویں صدی کے آغاز تک مسلمان زبانوں (عربی و فارسی) میں سفرنامہ نگاری کی ایک مضبوط روایت پروان چڑھ چکی تھی۔ ابتداء میں ہندوستان سے جن لوگوں نے دیارِ غیر کا سفر کیا اور اپنے مشاہدات وتجرباتِ سفر کو قلم بند کیا ان میں قباد بیگ، میر محمد حسین لندنی، اعتصام الدین اور ابوطالب اصفہانی کے نام ملتے ہیں۔لیکن ان کے سیاحت نامے فارسی زبان میں ہیں۔ اردو میں سفرنامہ نگاری کا آغاز یوسف خان کمبل پوش کے سفرنامے ''عجائباتِ فرنگ'' سے ہوتا ہے۔ یوسف خان کمبل پوش کا یہ سیاحت نامۂ انگلستان ۱۸۴۷ء میں پہلی مرتبہ پنڈت دھرم نرائن کے زیرِ انتظام دلی کالج کے پریس مطبع العلوم سے شائع ہوا۔۱۹۸۳ء میں ڈاکٹر تحسین فراقی نے یہ سفرنامہ ایک مبسوط تحقیقی مقدمے اور حواشی و تعلیقات کے ساتھ لاہور سے شائع کیا۔ اردو میں ابتداء کے کم وبیش تمام سفرنامے انگلستان یا دیگر مغربی ممالک کے ہیں۔اس دوران کسی ہندوستانی سیاح نے چین کا رخ کیا یا نہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ جس ہندوستانی سیاح نے پہلی بار اپنے سفرِ چین کے مشاہدات کو سفرنامے کی شکل دی وہ نواب محمد عمر خان ہیں۔ ان کا اردو سفرنامہ ''ارژنگِ چین'' کے نام سے ۱۸۹۱ء میں مطبع منشی نول کشور سے شائع ہوا۔نواب محمد عمر خان ریاست باسودہ کے نواب تھے۔انھوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ سیر وسیاحت میں گزارا۔ ان کے ہاں سیاحت کا فطری ذوق تو موجود تھا لیکن ہر جگہ ان کی نوابی شان آڑے آتی رہی۔ اس لئے وہ اپنے گرد وپیش کا مطالعہ پوری یکسوئی سے نہیں کر سکے۔ چین کے بارے میں ان کا سفرنامہ مختصر ہے۔بنیادی معلومات کے لیے انھوں نے دوسری کتابوں پر بھروسہ کیا اور انھیں اپنے سفرنامے کا جزو بنا دیا ہے۔(۷) اردو میں قدیم چین کا دوسرا سفرنامہ اسد علی انور کا ''صحیفہ چین'' ہے جو مکتبہ جامع دہلی سے ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا۔ یہ سفرنامہ بھی آزادی سے پہلے کے چین کی تصویر پیش کرتا ہے۔ان کے علاوہ چین کے بیشتر سفرنامے آزاد چین کی عکاسی کرتے ہیں۔

''چین کی حقیقتیں اور افسانے'' آزاد اور نئے چین کا سفرنامہ ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی نے اپریل/مئی ۱۹۶۶ء میں چین کا سفر کیا اور اسی سال اپنے مشاہداتِ سفر کو قلم بند کیا۔ ان سے پہلے آزاد چین کے چند ایک سفرنامے اردو میں لکھے جا چکے تھے۔اس ضمن میں ان کے کچھ معاصرین کے سفر

ناموں کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔جنھوں نے ڈاکٹر وحید قریشی سے پہلے یا ان کے ساتھ چین کا سفر کیا اور سفرنامہ لکھا۔

ابراہیم جلیس کا سفرنامہ ''نئی دیوارِ چین'' غالباً اردو میں آزاد چین کا پہلا سفرنامہ ہے۔اس سے پہلے چین کے جو سفرنامے لکھے گئے تھے وہ آزادی سے پہلے کے چین کی صورت حال کو پیش کرتے ہیں۔جب کہ ۱۹۴۹ء کے اشتراکی انقلاب کے بعد چین کا منظرنامہ یکسر تبدیل ہوگیا۔نہ صرف حکومت، سیاسی نظام اور قومی زندگی کے خدوخال تبدیل ہوئے بلکہ قلیل عرصے میں چین کے شہروں اور دیہاتوں کی نئی صورت گری بھی ہوئی۔نئے چین کی یہ نئی تصویر اردو میں پہلی مرتبہ ابراہیم جلیس نے پیش کی۔ان کا سفرنامہ ''نئی دیوارِ چین'' ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا ہے لیکن ان کے مشاہداتِ سفر کا تعلق ۱۹۵۱ء کے چین سے ہے۔ابراہیم جلیس کے مطابق انہوں نے چین کا سفر ۱۹۵۱ء میں انقلاب چین کی دوسری سالگرہ کے جشن میں شرکت کے لیے چینی حکومت کی دعوت پر کیا۔واپسی پر انھیں پاکستان میں ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑا کہ وہ طویل عرصے تک اپنا یہ سفرنامہ شائع نہ کرا سکے۔(۸) ابراہیم جلیس آزاد چین کی یک رخی تصویر پیش کرتے ہیں۔اور شاید یہ یک رخی تصویر ہی اس وقت کے چین کی حقیقی تصویر تھی۔وہ چین کے نئے اشتراکی نظام سے بہت متاثر ہیں۔اپنے قیامِ چین کے دوران انہیں چین کے عظیم انقلابی راہنما ماؤزے تنگ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ماؤزے تنگ کی شخصیت اور چین کے اشتراکی نظام سے بے پناہ عقیدت پورے سفر میں ان کے ذہن و دل پر حاوی رہتی ہے۔انھوں نے اپنے سفرنامے میں چین کی تاریخ، انقلاب چین، ماؤزے تنگ کی جدوجہد، چین کی سماجی زندگی، چین میں عورت کے مقام اور مرتبے و اشتراکی معاشرے کے خدوخال کو عقیدت کی بھرپور نظر سے دیکھا اور بیان کیا ہے۔ان کے برعکس فضل حق شیدا کے مطالعات تجزیاتی ہیں۔انھوں نے ۱۹۵۲ء میں چین کا سفر کیا اور اپنا سفرنامہ ''نیا چین'' کے نام سے لکھا۔یہ سفرنامہ بھی آزاد چین کی سیاسی زندگی کے ابتدائی دور کو پیش کرتا ہے۔انھوں نے چینی قوم کی روزمرہ زندگی کے روشن پہلوؤں کو زیادہ ابھارا ہے۔ان کے خیال میں چین کی موجودہ ترقی کا اصل راز اشتراکی نظام نہیں بلکہ ان کے راہنماؤں کا خلوص، دیانت داری

اور قوم پرستی کا جذبہ ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی سے پہلے اردو کے جن سفرنامہ نگاروں نے آزاد چین کا سفر کیا ان سب نے چین کے نئے سیاسی نظام کو تحسینی نگاہوں سے دیکھا اور چینی قوم کے مزاج، حب الوطنی، محنت اور اخلاقیات کی تعریف کی۔

چین کے اردو سفرناموں میں جو شہرت اور مقبولیت ابن انشاء کے سفرنامے ''چلتے ہو تو چین کو چلیے'' کے حصے میں آئی وہ کسی اور سفرنامے کو نصیب نہیں ہوئی۔ اس مقبولیت کا بڑا سبب ابن انشاء کا شگفتہ اسلوب ہے۔ ''چین کی حقیقتیں اور افسانے'' کے ساتھ ''چلتے ہو تو چین کو چلیے'' کا ذکر کیا اس لئے بھی ضروری ہے کہ ڈاکٹر وحید قریشی اور ابن انشاء نے چین کا یہ سفر ایک ہی زمانے میں ایک ساتھ کیا۔ اس دور کے دوسرے سفرنامہ نگاروں کی طرح چینی قوم کی جدوجہد، تیز رفتار معاشی ترقی اور جذبۂ حب الوطنی ابن انشاء کو بھی ایک خوشگوار حیرت میں مبتلا رکھتا ہے۔ ابن انشاء بتاتے ہیں کہ انقلاب چین کی دسویں سالگرہ سے پہلے چینیوں نے تہیہ کیا وہ دس ماہ میں دس عظیم الشان عمارتیں تعمیر کریں گے۔ اس نادرِ روزگار ملک کے عوام نے دس ماہ کی قلیل مدت میں یہ محیر العقول کارنامہ سر انجام دے دیا۔ اس دوران محبِّ وطن قوم نے بغیر کسی معاوضہ کے شب و روز کام کیا۔ یہ دس پرشکوہ عمارتیں اتنی وسیع ہیں کہ ہمارے ملک کی کئی بڑی بڑی عمارات ایک ایک میں سما جائیں۔ چین میں اخلاقیات اور حسنِ انتظام کا یہ حال ہے کہ اب وہاں کوئی جسم فروش عورت نہیں ملتی حالانکہ انقلاب چین سے پہلے شنگھائی دنیا بھر میں جسم فروشی کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ انقلاب کے بعد جسم فروشی کو ایک معاشرتی روگ سمجھ کر اس کا علاج کیا گیا۔ طوائفوں کو دیہاتوں میں منتشر کر دیا گیا۔ ان کی نفسیات کے مطابق ان کے لیے تعلیم اور ہنر کا بندوبست کیا گیا۔ اس طرح لاکھوں طوائفیں اپنے ماضی کو بھلا کر معاشرے کا کارآمد جزو بن گئیں۔ ابن انشاء کے مطابق چین کی تیز رفتار معاشی ترقی اور پیداواری عمل کی تیزی میں سب سے اہم کردار چین کے کمیونز کا ہے۔ یہ کمیون دراصل خودمختار مثالی گاؤں ہیں۔ جو جذبۂ حب الوطنی کے تحت ایک دوسرے پر سبقت کے لیے جانے کے لیے ملکی پیداوار میں اضافے اور معیشت کی ترقی کے لیے دن رات کوشاں ہیں۔ چین میں عام باشندوں کی تنخواہیں نہایت قلیل ہیں لیکن وہ خوشحال زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کیونکہ

ان کی تمام تر ضروریات حکومت پورا کرتی ہے جس کی وجہ سے ان پر کسی قسم کا اضافی بوجھ نہیں پڑتا۔

ابن انشاء اور ڈاکٹر وحید قریشی نے اس سفر کے دوران چین میں جن لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور چین کے جن اہم مقامات کی سیر کی، اس میں ایک دوسرے کے ہم رکاب رہے۔ دونوں سفر نامہ نگاروں کے سامنے حقائق ایک جیسے تھے۔ لیکن ان کا انداز بیان جدا جدا ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی کا سفر نامہ ایک محقق، نقاد اور مؤرخ کا سفر نامہ ہے جب کہ ابن انشاء کا سفر نامہ ایک شاعر، انشاء پرداز اور مزاح نگار کا سفر نامہ ہے۔ لیکن تاریخی صداقتوں کو بیان کرتے ہوئے دونوں کے ہاں کافی مماثلت پائی جاتی ہے۔ چین کے قومی عجائب گھر کا احوال بتاتے ہوئے ابن انشاء لکھتے ہیں:

''یہ عمارت ان دس عالی شان عمارتوں میں سے ہے جو انقلاب کی دسویں سالگرہ کے لیے دس ماہ میں تیار کی گئیں۔ یہ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں بننی شروع ہوئی اور اگست ۱۹۵۹ء کو مکمل۔ تاریخ چین کا میوزیم تین حصوں میں تقسیم ہے ایک زمانہ قدیم کا ہال جو پانچ لاکھ سال پہلے سے شروع ہو کر اب سے چار ہزار سال پہلے ختم ہو جاتا ہے۔ دوسرا غلام معاشرے کا ہال جس کا دور ۲۱ ویں صدی ق/م سے ۴۷۵ ق/م تک محیط ہے۔ تیسرے حصے میں جو جاگیرداری دور سے متعلق ہے ۴۷۵ ق/م سے ۱۸۴۰ء تک کے آثار محفوظ ہیں۔''(۹)

ڈاکٹر وحید قریشی اس عجائب گھر کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:

''چینی عجائب گھر میں عجیب چیزیں ہیں، تاریخ کا میوزیم کئی منزلہ عمارت میں ہے۔ ایک طرف سے داخل ہو جائیے تو ہر صدی کے الگ گیلری ہے۔ عجائب گھر ۱۹۵۹ء میں مکمل ہوا۔ اس میں ازمنۂ قبل از تاریخ سے ۱۸۴۰ء تک کے آثار دکھائے گئے ہیں۔ تمام اشیاء کی تعداد نو ہزار ہے۔ عجائب گھر کی ترتیب وتزئین جدلیاتی مادیت کے اصولوں کے مطابق کی گئی ہے۔ اور اشیا کو ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پانچ لاکھ قبل مسیح سے چار ہزار سال قبل مسیح تک پہلا دور ہے جسے

ابتدائی سوسائٹی کا دور قرار دیا گیا ہے۔دوسرا دور ۲۱ ویں صدی قبل مسیح سے ۴۷۵ قبل مسیح تک ہے۔اسے غلاموں کی سوسائٹی کہا گیا ہے۔تیسرا دور جاگیرداری سوسائٹی کا دور ہے اور ۴۷۵ قبل مسیح سے ۱۸۴۰ء تک ہے۔"(۱۰)

ڈاکٹر وحید قریشی نے اپنے سفرنامے میں قدیم چین کی تاریخ اور موجودہ چین کے جو حقایق، سنین اور اعداد وشمار پیش کئے ہیں ان کی تصدیق معاصر اور مابعد کے تاریخی شواہد اور سفرناموں سے ہوتی ہے۔ڈاکٹر وحید قریشی نے چین کا یہ سفر ایسے وقت میں کیا جب چین کو آزاد ہوئے تھوڑا عرصہ گزرا تھا۔ گر اس خوب چینی سنبھل رہے تھے اور چین میں ایک اشتراکی معاشرہ تکمیل پذیر ہو رہا تھا۔چینی قوم ماضی کی کوتاہیوں سے سبق سیکھ کر محنت، لگن اور جذبۂ حب الوطنی کے تحت ترقی کی منزلیں سرعت سے طے کر رہی تھی۔ چین کا اشتراکی معاشرہ، چینی قوم کا مزاج، طرزِ معاشرت اور اخلاقی اقدار سفرنامہ نگار پر خوشگوار اثر مرتب کرتی ہیں۔ انھوں نے سیاست اور نظریات میں الجھنے کے بجائے ایسے حالات و واقعات کی طرف زیادہ توجہ کی ہے جن سے چینیوں کی روزمرہ زندگی کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔چینیوں کی روزمرہ زندگی، قومی مزاج ان کی سادگی اور لباس کا نقشہ وہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:

"کھڑکی سے جھانک کر دیکھا نیچے صبح کی دھندلی روشنی میں انسانوں کا قافلہ اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہے۔نئی ابھرتی ہوئی قوم ایک نئے عزم سے تعمیر میں مصروف ہے۔ ہزاروں چھوٹے چھوٹے انسان مرد اور عورتیں کوئی پیدل کوئی سائیکل پر تیزی سے اپنے اپنے کام میں مصروف۔۔۔لباس سب کا ایک جیسا، نیلی زین کی پتلون اور بند گلے کا نیلا کوٹ۔۔۔یہ ڈھیلا ڈھالا لباس چین کا قومی لباس ہے، پیکنگ میں مشکل ہی سے کوئی شخص اس لباس کے بغیر نظر آئے گا۔ چینی ریشم کے کپڑے نہیں پہنتے سوتی کپڑا استعمال کرتے ہیں۔ یہ لوگ کسی آرایش و زیبایش کے اہتمام کے بغیر کاروبار میں مصروف ہیں۔عورتیں لپ اسٹک اور غازے سے بے نیاز۔ہم نے چین میں کسی عورت کو میک اپ کے ساتھ نہیں دیکھا۔"(۱۱)

چین کے بارے میں ان کا یہ پہلا تاثر ہے جو آخر تک قایم رہتا ہے۔چینی قوم کے اجتماعی قومی مزاج، معاشرت اور روزمرہ زندگی کے بارے میں یہ تاثر آزاد چین کے کم وبیش تمام سفرنامہ نگاروں کے ہاں ملتا ہے۔ڈاکٹر وحید قریشی کے پیشرو، معاصر اور مابعد کے سفرنامہ نگاروں نے آزاد چین کی قومی زندگی کا ایسا ہی نقشہ پیش کیا ہے۔فضل حق شیدا نے اپنے سفرنامے میں بتایا ہے کہ چین میں سڑک پر چلنے والوں کے درمیان انتہائی نظم وضبط دکھائی دیتا ہے۔پولیس کے سپاہی سرِ راہ لوگوں کو نظم و ضبط کی تعلیم دیتے ہیں۔ملک کے سارے لوگ ایک ہی رنگ کا لباس پہنتے ہیں اور عورتیں زیورات اور آرایش وزیبایش سے بے نیاز نظر آتی ہیں (۱۲) یہ آزاد چین کی تصویر ہے۔قدیم چین کی صورت حال اس سے یکسر مختلف تھی۔چین کا یہ قومی مزاج آزادی کے بعد بنا ہے۔لباس میں سادگی اور نمود ونمایش سے بے نیازی اشتراکی چین کی دین ہے۔وگرنہ ایک زمانہ تھا جب قدیم چین کے باشندے ریشم کے سوا کوئی اور کپڑا نہیں پہنتے تھے۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے: ''فقیر اور مسکین بھی ریشمی کپڑے پہنتے ہیں۔'' (۱۳)

ڈاکٹر وحید قریشی کا سفرنامہ ''چین کی حقیقتیں اور افسانے'' اپنے اختصار کے باوجود ایک اچھے سفرنامے کے تمام تر لوازمات پورے کرتا ہے۔انھوں نے چین کی تاریخ، تہذیب، موجودہ سیاسی نظام، ثقافت، طرزِ بود وباش، چینی قوم کے اجتماعی مزاج، خوراک، لباس، تعلیم، ادب اور زبان کے حوالے سے مستند اور جامع معلومات فراہم کی ہیں۔خصوصاً چینی زبان کے حوالے سے ان کی معلومات قابلِ قدر رہیں۔چین کے سفرنامہ نگاروں نے چینی زبان کا ذکر تو ضرور کیا ہے۔لیکن اس زبان کے رسم الخط، مزاج اور لسانی تبدیلیوں کے حوالے سے کسی نے نہیں بتایا۔چینی زبان دنیا کی دوسری زبانوں کی نسبت زیادہ پیچیدہ اور منفرد ہے اس کا ہر لفظ یک حرفی ہے۔اس لیے اس میں کسی سابقے یا لاحقے کی گنجایش نہیں ہوتی۔ ماہرینِ لسانیات کے مطابق چینی زبان ان دنوں کی یادگار ہے جب انسان حرف سے حرف ملانا نہیں جانتے تھے۔چینی حروف کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا اسلوب تصویروں کی بنیاد پر قایم ہوا ہے اور ہر تصویر ایک خیال کی نمایندگی کرتی ہے بعد میں صوتیات کی بنیاد پر حروف میں

تبدیلیاں ہوئیں ۔(۱۴) ڈاکٹر وحید قریشی بتاتے ہیں کہ چینی زبان میں ابتدائی تصویروں کی تعداد دو اڑھائی ہزار کے قریب ہے۔آج کل چینی زبان اوپر سے نیچے کے بجائے انگریزی زبان کی طرح بائیں سے دائیں لکھی جاتی ہے۔چین میں ہن قوم کو سیاسی برتری اور غلبہ حاصل ہے۔ہن قوم کی زبان چینی ہے جس کے دو بڑے حصے شمالی چینی اور جنوبی چینی ہیں۔ستر فیصد لوگ شمال چینی بولتے ہیں جس کی سیکڑوں بولیاں ہیں۔ان تمام زبانوں اور بولیوں میں ذخیرۂ الفاظ اور رسم الخط کا اتنا تفاوت ہے کہ ایک حصے کے لوگ دوسرے حصے کی زبان سمجھنے سے قاصر ہیں۔چینی زبان کی بنیاد چونکہ حروف کے بجائے اشکال پر ہے اور اشکال سے آوازوں کا پتہ چلانا مشکل ہے اس لیے چینی حکومت نے قدیم رسم الخط میں جزوی ترامیم کر کے اسے آسان بنانے کی کوشش کی ہے۔دوسری طرف لاطینی رسم الخط کو مقبول بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔تا کہ چینی رسم الخط کے ساتھ حرفی نظام رائج کیا جا سکے لیکن لاطینی کا اثر صرف رسم الخط کی حد تک ہی ہے حتیٰ کہ چینی ادیب بھی لاطینی زبان کے نظامِ صوتیات سے واقف نہیں ہیں۔

ڈاکٹر وحید قریشی کے سفرنامے میں انفرادیت کے کئی پہلو نکلتے ہیں۔ان کا سفرنامہ محض سفر نامہ نہیں یعنی ایک ملک کا آنکھوں دیکھا حال یا ایک سفر کی روداد یا چند مقامات کی منظر کشی اور واقعات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ داخل سے خارج اور خارج سے داخل کی طرف کا ایک سفر ہے۔سفرنامہ نگار نے لمحہ موجود میں رہ کر ماضی کے انبار سے چین کی حقیقتیں اور افسانے تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کے مشاہدے نے صرف سامنے کے منظر کو یا منظر کے پس منظر میں پوشیدہ تاریخ کو ہی پیش نہیں کیا، اپنے سماجی اور تہذیبی ردعمل کا اظہار بھی کیا ہے۔اردو میں چین کے بیشتر سفرنامے بیسویں صدی میں رائج سفرنامے کی تکنیک اور اسلوب کے تابع ہیں۔ڈاکٹر وحید قریشی نے اپنے اس سفرنامے میں اس مروجہ تکنیک سے انحراف کیا ہے۔اس لیے سفرنامے کے بعض ناقدین کو اسے سفرنامہ کہنے میں تامل بھی ہو سکتا ہے لیکن ان کا تجربہ خوش آیند ہے۔انھوں نے اپنے اس سفرنامے میں سفرنامے اور رپورتاژ کی امتزاجی کیفیت پیدا کی ہے۔ڈاکٹر انور سدید کے مطابق جدید اردو سفرنامے میں تکنیک کا یہ منفرد تجربہ اور امتزاجی صورت ڈاکٹر وحید قریشی کی دین ہے جو بے حد مثبت ثابت ہوئی۔اس لیے بعد کے سفرنامہ

نگاروں نے اسے خندہ دلی سے قبول بھی کیا۔(۱۵)ان کا یہ انحراف صرف تکنیک کی سطح پر نہیں بلکہ اسلوب میں بھی نظر آتا ہے۔انھوں نے تحریر کی بے جا طوالت کے لیے افسانے نہیں تراشے۔موجودہ دور کے بیشتر سفرناموں میں سفرنامہ نگار بے چارے کے اعصاب پر عورت سوار رہتی ہے اردو کا کوئی سفر نامہ عورت کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔سفرنامہ نگار اپنی یا قاری کی جنسی تشفی کے لیے دیارِ غیر کی عورت کی ایسی تصویر کشی کرتا ہے کہ خدا کی پناہ۔۔۔پھر ہر پاکستانی سفرنامہ نگار کسی شہزادی مہر افروز کا عاشق ہوجانا بھی لازم ہے۔حیرت ہے کہ ڈاکٹر وحید قریشی کے سفرنامے میں کسی عورت کا ذکر نہیں ہے۔

دیوارِ چین، چین کا سب سے اہم حوالہ ہے۔اس قدیم اور تاریخی دیوار کا شمار سات عجائب عالم میں ہوتا ہے۔حیران کن بات ہے کہ ڈاکٹر وحید قریشی نے اپنے سفرنامے میں دیوارِ چین کا ذکر نہیں کیا حالانکہ ابنِ انشاء کے مطابق اس سفر کے دوران دیوارِ چین کی سیر کے وقت وہ ان کے ہمراہ موجود تھے۔(۱۶) سفرنامہ نگار نے یہ سفر سرکاری حیثیت میں کیا تھا اس لیے چین میں ان کا قیام چند ضابطوں کا پابند تھا۔شاید یہی وجہ ہے کہ وہ چین کی مکمل تصویر زیادہ تفصیل کے ساتھ پیش نہیں کر سکے۔

سفرنامے میں اساسی حیثیت جغرافیہ اور تاریخ کے عناصر کو حاصل ہوتی ہے۔جغرافیہ کی مدد سے سفرنامہ نگار ایک نئی دنیا کی دریافت کرتا ہے اور تاریخ کی مدد سے اس ملک کی سیاسی، معاشرتی اور سماجی زندگی کو سامنے لاتا ہے۔اس کے حال کا تجزیہ کرتا ہے اور اس کے مستقبل کا تعین کرتا ہے۔کسی نئے ملک کے بارے میں جغرافیے اور تاریخ کی معلومات فراہم کیے بغیر سفرنامہ مکمل نہیں ہوتا۔ہر سفر نامے کا بیانیہ صداقت پر مبنی ہوتا ہے لیکن سفرنامہ نگار کی کامیابی اس میں ہے کہ وہ اپنی تحریر کو تاریخی صداقتوں اور معلومات کا مجموعہ بنانے کے بجائے تاریخی صداقتوں کو اپنے ادبی اسلوب میں اس طرح بیان کرے کہ تحریر کا جمالیاتی وصف مجروح نہ ہو۔ڈاکٹر وحید قریشی نے چین کے جغرافیے اور تاریخ کی بابت اپنے اس سفرنامے میں گراں قدر معلومات دی ہیں۔اعداد وشمار اور سنین کی کثرت ان کی تحریر کو بوجھل بنا سکتی تھی لیکن ان کا ادبی اسلوب قاری کی دلچسپی برقرار رکھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔سفر نامے کا قاری مناظر اور مقامات کی صورت گری کے ساتھ ساتھ نئے دیس کے انسانوں میں بھی دلچسپی

رکھتا ہے۔ایک اچھے سفرنامہ نگار کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنی تحریر کو تاریخ اور جغرافیے کی ٹھوس معلومات کا مجموعہ نہ بننے دے بلکہ مادی مظاہر سے آگے بڑھ کر اس قوم کی زندگی کا بے لاگ تجزیہ کرے، ان کے چال چلن، بودوباش اور طرزِ معاشرت سے ان کے حال اور مستقبل کا اندازہ لگائے اور اپنے مشاہدات اور تجربات میں قاری کو شریک کرے۔ یہاں سفرنامہ نگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اعتقادات اور نظریات کو بالائے طاق رکھ کر غیر جانبداری کا ثبوت دے۔ڈاکٹر وحید قریشی کا یہ سفرنامہ، سفرنامے کے یہ سارے لوازمات پورے کرتا ہے۔

سفرنامہ نگار نے چین کا یہ سفر ایک ادیب کی حیثیت سے کیا۔جب کہ سفرنامے میں بنیادی حیثیت سیاح کو حاصل ہوتی ہے۔ادیب کا سیاح ہونا یا سیاح کا ادیب نہ ہونا لازمی نہیں۔مگر سفرنامہ نگار کی ذاتی حیثیت غالب آجائے تو سفرنامے پر گرفت کمزور پڑ جاتی ہے۔یہی کچھ بعض مقامات پر اس سفرنامے کے ساتھ بھی ہوا ہے۔اگرچہ ڈاکٹر وحید قریشی نے اس پہلو سے بچنے کی پوری کوشش کی ہے اور کافی حد تک کامیاب بھی رہے ہیں۔مگر چینی زبان، رسم الخط، مسٹر لیچیا کے ساتھ چینی ادب کے موضوع پر گفتگو اور چینی اور روسی ادب کے باب میں ان کا محقق اور ادیب ہونا غالب نظر آتا ہے۔اس مقام پر سفرنامہ، سفرنامہ نہیں بلکہ چینی زبان اور ادب کے بارے میں ایک تحقیقی اور تنقیدی مضمون کا رنگ اختیار کر جاتا ہے۔لیکن ان کا جاندار علمی اسلوب پورے سفرنامے میں حاوی نظر آتا ہے۔انھوں نے پھکڑ بازی، لطیفہ طرازی اور لفظوں کی معکوس صورت سے خواہ مخواہ کا مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی نہ ہی کہانیاں تراشی ہیں۔ان کا سارا زور چین کی حقیقتیں بیان کرنے پر رہا ہے۔اس سفرنامے کا تمام تر حسن اس کی نادر معلومات، اختصار، جامعیت اور تخلیقی نثر میں ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات

۱) مرتضیٰ احمد خان، تاریخ اقوامِ عالم، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۲ء، ص ۱۱۹

۲) لال خان، چین انقلاب کی تلاش میں، لاہور: طبقاتی جدوجہد پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء، ص ۲۴

۳) ڈاکٹر تحسین فراقی (مرتب)، عجائبات فرنگ (مقدمہ)، لاہور: مکہ بکس، ۱۹۸۳ء، ص ۱۹

۴) ڈاکٹر وحید قریشی، چین کی حقیقتیں اور افسانے (پہلی قسط) لاہور: ماہنامہ اردو ڈائجسٹ، اگست ۱۹۶۶ء، ص ۳۳

۵) لال خان، چین انقلاب کی تلاش میں، ص ۴۴

۶) مولوی محمد حسین (مترجم)، عجائب الاسفار از ابن بطوطہ (تمہید) دہلی: شیخ نذیر حسین تاجران کتب، ۱۹۱۸ء، ص ۱۴-۱۵

۷) ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب میں سفر نامہ، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، س ن، ص ۱۵۸

۸) ابراہیم جلیس، نئی دیوار چین، کراچی: اردو منزل، ۱۹۵۸ء، ص ۱۲

۹) ابن انشاء، چلتے ہو تو چین کو چلیے (طبع بست و چہارم)، لاہور: لاہور اکیڈمی، ۲۰۰۰ء، ص ۳۲

۱۰) ڈاکٹر وحید قریشی، چین کی حقیقتیں اور افسانے (پہلی قسط)، ص ۴۰

۱۱) ایضاً، ص ۳۸

۱۲) فضل حق شیدا، نیا چین، پشاور: یونیورسٹی بک ایجنسی، ۱۹۶۵ء، ص ۳۷

۱۳) ابن بطوطہ، عجائب الاسفار، مترجم مولوی محمد حسین، مذکورہ حوالہ ۶، ص ۴۱۰

۱۴) عبدالوہاب اشرفی، تاریخ ادبیات عالم، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس ۱۹۹۲ء، ص ۲۱۶

۱۵) ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب میں سفر نامہ، ص ۳۲۶

۱۶) ابن انشاء، چلتے ہو تو چین کو چلیے، ص ۳۷